eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

Vol. 8 No. 2 (2026)

Jacques Derrida's Theory of Deconstruction

ژاک دریدا کا نظریہ ردِ تشکیل

Fareeha Tabassum[1], Prof. Dr Tariq Hashmi[2]
[1]PhD Scholar, [2]Professor, Urdu Department, GC University, Faisalabad
Correspondence: drtariqhashmi@gcuf.edu.pk
DOI: https://doi.org/10.56276/tasdiq.v8i02.157

Abstract

Deconstruction is among the most influential philosophical and critical approaches to emerge in the late twentieth century. Associated with Derrida, it challenges Western metaphysical assumptions about fixed meaning, absolute truth, presence, origin, stability, and a transcendental center. This study explores its concept, background, and theoretical dimensions, especially for literary criticism. It argues that deconstruction is not the destruction of a text but a critical practice exposing the contradictions, silences, exclusions, and tensions that produce meaning. It examines Derrida's engagement with Saussure, Nietzsche, Husserl, and Heidegger, and his works, including Of Grammatology, Writing and Difference, and Dissemination. Key concepts include différance, trace, supplement, iterability, logocentrism, phonocentrism, binary oppositions, decentering, and aporia. These concepts show that meaning is never present or self-contained, but is produced through difference, deferral, repetition, and interrelation of signs. Deconstruction does not imply the absence of meaning or the validity of every interpretation; it stresses plurality while attending to the structures that constrain reading. In literary criticism, it shifts attention from authorial intention toward language, marginal elements, and suppressed possibilities. It concludes that deconstruction is a practice of reading, not a fixed method, and that applying it to Urdu criticism can open new ways of rereading classical and modern texts.

Keywords:

Deconstruction, Jacques Derrida, Différance, Trace, Supplement, Iterability, Logocentrism, Binary Oppositions, Decentering, Literary Criticism.

Received: 20-03-2026 **Revision:** 28-06-2026 **Online:** 03-10-2026
Accepted: 10-09-2026

This article is licensed under the Creative Commons Attribution (CC BY 4.0). Free use, distribution, and reproduction permitted with proper citation of the original work.
© The Author(s).

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

تصدیق

Vol. 8 No. 2 (2026)

ردِ تشکیل (Deconstruction) بیسویں صدی کے آخر میں سامنے آنے والا ایک ایسا فکری و تنقیدی نظریہ ہے جس نے فلسفہ، لسانیات، ادبی تنقید، ثقافتی مطالعات، قانون، مذہبی مطالعات اور سماجی علوم میں روایتی تصورات کو نئے زاویۂ نظر سے دیکھنے کی راہ ہموار کی۔ یہ نظریہ محض ادبی متون کے مطالعے کا ایک طریقۂ کار نہیں بلکہ مغربی مابعد الطبیعیاتی روایت، مرکزیت (Logocentrism)، قطعی معنی (Fixed Meaning) اور مطلق صداقت (Absolute Truth) کے تصور پر بنیادی سوالات اٹھاتا ہے۔ ژاک دریدا (Jacques Derrida) نے ردِ تشکیل کو کسی منظم ضابطۂ تنقید یا فارمولے کے طور پر پیش نہیں کیا بلکہ اسے متن کے اندر موجود ان تضادات، خاموشیوں، التواءات اور مخفی مفروضات کو نمایاں کرنے کی ایک فکری کاوش قرار دیا جنھیں روایتی تنقید عموماً نظر انداز کر دیتی ہے۔

ردِ تشکیل کی بنیادی اہمیت اس امر میں مضمر ہے کہ یہ متن کو کسی ایک حتمی مفہوم کا حامل نہیں سمجھتی بلکہ معنی کو ایک مسلسل عمل (Process) قرار دیتی ہے۔ دریدا کے نزدیک ہر متن اپنے اندر ایسے لسانی اور فکری سوال رکھتا ہے جو اس کے ظاہری استحکام کو ہلا کر رکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ متن کا مفہوم کسی ایک مرکزی حقیقت سے وابستہ نہیں رہتا بلکہ قاری، سیاق، زبان اور دیگر متون کے ساتھ اپنے تعلقات کے ذریعے مسلسل تشکیل اور از سرِ نو تشکیل پاتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ردِ تشکیل نے متن، مصنف، قاری اور معنی کے باہمی تعلق کے متعلق روایتی تصورات کو نئے سرے سے مرتب کیا۔ اگرچہ ردِ تشکیل کا باقاعدہ اظہار دریدا کی تصنیفات، خصوصاً Of Grammatology (1967)، Writing and Difference (1967) اور Dissemination (1972) میں سامنے آیا، لیکن اس کی فکری بنیادیں فردینان دے سوسیئر کی لسانیات، فریڈرش نطشے کی مابعد الطبیعیات پر تنقید، ایڈمنڈ ہسرل کی مظہریت (Phenomenology) اور مارٹن ہائیڈیگر کی "Destruktion" کے تصور میں موجود تھیں۔ دریدا نے ان تمام فکری روایتوں سے استفادہ کرتے ہوئے ایک ایسا تنقیدی زاویہ تشکیل دیا جس نے مغربی فکر میں مرکزیت اور استقرار کے بجائے اختلاف، عدم مرکزیت، التوا اور تکثیریت کو بنیادی حیثیت دی۔

ادبی تنقید کے میدان میں ردِ تشکیل نے اس تصور کو چیلنج کیا کہ متن اپنے اندر ایک متعین، مستحکم اور مصنف کے ارادے سے وابستہ معنی رکھتا ہے۔ اس نظریے کے مطابق متن ہمیشہ اپنی ظاہری ساخت سے زیادہ معنی پیدا کرتا ہے اور اس کے اندر ایسے لسانی تضادات موجود ہوتے ہیں جو کسی بھی واحد تعبیر کو غیر یقینی بنا دیتے ہیں۔ اس اعتبار سے ردِ تشکیلی تنقید کا مقصد متن کو "رد" کرنا نہیں بلکہ اس کی تہہ در تہہ معنوی ساخت کو منکشف کرنا ہے تاکہ وہ امکانات سامنے آسکیں جو متن کے ظاہری مفہوم کے پسِ پردہ موجود ہوتے ہیں۔

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

تحقیقی مجلہ تصدیق

Vol. 8 No. 2 (2026)

ردِ تشکیل کا لغوی معنی

"ردِ تشکیل" انگریزی اصطلاح Deconstruction کا اردو متبادل ہے۔ انگریزی لفظ Deconstruction فرانسیسی لفظ deconstruction سے ماخوذ ہے، جسے پہلی مرتبہ فرانسیسی فلسفی ژاک دریدا (Jacques Derrida) نے ۱۹۶۰ء کی دہائی میں فلسفیانہ اصطلاح کے طور پر رائج کیا۔ فرانسیسی اکیڈمی کی لغت کے مطابق deconstruction دو اجزا پر مشتمل ہے -de: اور construction۔ de کسی قائم شدہ ساخت کو کھولنے، الگ کرنے یا اس کی ترتیب کو تحلیل کرنے کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے، جب کہ construction کے معنی تعمیر، تشکیل یا ساخت کے ہیں۔ اس اعتبار سے deconstruction کا لغوی مفہوم "کسی تشکیل یا ساخت کو اس کے اجزا میں کھول دینا" یا "ساخت کی تحلیل" ہے، نہ کہ اس کی تباہی یا انہدام۔ (۱)

انگریزی کی مستند لغات بھی اس مفہوم کی تائید کرتی ہیں۔ مریم ویبسٹر ڈکشنری کے مطابق deconstruction کا بنیادی لغوی مفہوم کسی شے کا تجزیاتی طور پر اس کے اجزا میں تقسیم کرنا (breaking down into constituent parts) ہے تاکہ اس کی ساخت اور معنی کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔ بعد ازاں یہی لفظ فلسفہ اور ادبی تنقید میں ایک خاص اصطلاح کے طور پر مستعمل ہوا۔ (۲)

اسی طرح آکسفورڈ ایڈوانس لرنرز ڈکشنری کے مطابق deconstruction کا ابتدائی لغوی مفہوم "کسی شے کو ٹکڑوں یا اجزا میں الگ کرنا" تھا، تاہم ادبی اور فلسفیانہ مباحث میں یہ اس نظریے کی علامت بن گیا جو متن کے واحد اور قطعی معنی کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ لفظ کے لغوی مفہوم اور اس کے اصطلاحی استعمال میں فرق موجود ہے، اور ان دونوں کو خلط ملط نہیں کیا جا سکتا۔ (۳)

جرمن فلسفی مارٹن ہائیڈیگر نے اپنی معروف تصنیف Being and Time میں Destruktion کی اصطلاح استعمال کی تھی، جس کا مقصد فلسفیانہ روایت کے بنیادی تصورات کو ان کی تاریخی تہوں سے الگ کر کے ان کے اولین معانی تک رسائی حاصل کرنا تھا۔ (۴) ژاک دریدا نے اسی تصور سے استفادہ کرتے ہوئے فرانسیسی اصطلاح déconstruction وضع کی، لیکن اسے "تباہی" (destruction) کے معنی میں نہیں لیا بلکہ ایک ایسے فکری عمل کے طور پر برتا جس میں کسی ساخت یا متن کو اس کے اندرونی روابط، مفروضات اور معنوی ترتیب کی بنیاد پر از سرِ نو سمجھا جا سکتا ہے اور یہ ایک مسلسل عمل ہے۔ اس طرح لفظ کے لغوی مفہوم میں بھی "تحلیل" اور "ساخت کو کھولنا" نمایاں ہے، نہ کہ "مسمار کرنا"۔ دریدا نے "Letter to Japanese friend" میں لکھا ہے کہ:

"The word "deconstruction", like all other words, acquires its value only from its inscription in a chain of possible substitutions, in what is too blithely called a "context". For me, for what I have tried and still try to write, the word has interest only within a certain context, where it replaces and lets itself be determined by such other words as "ecriture", "trace", "differance", "supplement", "hymen", "pharmakon", "marge", "entame", "parergon", etc. By definition, the list can never be closed, and I have cited only names, which is inadequate and done only for reasons of economy.

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

Vol. 8 No. 2 (2026)

In fact, I should have cited the sentences and the interlinking of sentences which in their turn determine these names in some of my texts."[۵]

اردو میں "ردِ تشکیل"، "تشکیل شکنی"، "ساخت شکنی" اور بعض اوقات "ساخت کی تحلیل" جیسے تراجم بھی ملتے ہیں۔ تاہم علمی حلقوں میں "ردِ تشکیل" نسبتاً زیادہ رائج ہو چکا ہے، کیونکہ یہ لفظ دریدا کے اس تصور کو بہتر طور پر واضح کرتا ہے کہ مقصود کسی متن یا نظریے کی نفی یا تخریب نہیں بلکہ اس کی قائم شدہ معنوی ساخت کو تنقیدی انداز میں کھول کر اس کے پوشیدہ امکانات کو آشکار کرنا ہے۔ اس بنا پر "ردِ تشکیل" کا لغوی مفہوم صرف ساخت کو توڑنا نہیں بلکہ اس کی تشکیل کے عمل کو از سرِ نو سمجھنا اور اس میں پوشیدہ مفروضات کو نمایاں کرنا ہے۔

ردِ تشکیل (Deconstruction) عصرِ حاضر کے اُن فلسفیانہ اور تنقیدی تصورات میں سے ایک ہے جس کی کوئی ایک جامع، قطعی اور حتمی تعریف متعین کرنا آسان نہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ خود ژاک دریدا نے ردِ تشکیل کو ایک منظم نظریہ، ضابطۂ تنقید یا باقاعدہ طریقۂ کار کے طور پر قبول نہیں کیا۔ اس کے نزدیک ردِ تشکیل ایک ایسا فکری عمل ہے جو متن میں موجود اُن مفروضات، ثنائی تقابلات (Binary Oppositions)، معنوی تضادات اور مابعد الطبیعیاتی بنیادوں کو آشکار کرتا ہے جنھیں روایتی تنقید عموماً بدیہی اور غیر متنازع تصور کرتی ہے۔ دریدا واضح کرتا ہے کہ ردِ تشکیل نہ تو تحلیل (Analysis) ہے، نہ تنقید (Criticism) اور نہ ہی کوئی جامد راستہ، بلکہ یہ متن کے ساتھ ایک ایسا مکالمہ ہے جو اس کے اندر چھپے ہوئے معنوی امکانات کو سامنے لاتا ہے۔[۶]

دریدا کی معروف تصنیف Of Grammatologyردِ تشکیل کی فکری بنیادوں کو واضح کرتی ہے۔ اس کتاب میں وہ مغربی فلسفے کی اس روایت پر تنقید کرتا ہے جو معنی کو کسی مستقل مرکز، اصل یا حتمی حقیقت سے جوڑتی ہے۔ اس کے مطابق زبان میں معنی کبھی بھی مکمل طور پر "حاضر (Present)" نہیں ہوتے بلکہ ہر نشان (Sign) اپنے معنی کے لیے دوسرے نشانات پر انحصار کرتا ہے۔ یوں معنی ہمیشہ ایک مسلسل التوا (Deferral) اور اختلاف (Difference) کے عمل میں رہتے ہیں۔ اس تصور کی بنا پر ردِ تشکیل متن کو کسی ایک قطعی مفہوم تک محدود کرنے کے بجائے اس کے کئی ممکنہ معانی کو تلاش کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

"It is the unique experience of the signified producing itself spontaneously, from within the self, and nevertheless, as signified concept, in the element of ideality or universality." [7]

امریکی نقاد جوناتھن کلر کے نزدیک ردِ تشکیل کو محض "متن کو توڑنے" یا "معنی کو ختم کرنے" کا نام دینا ایک بڑی غلط فہمی ہے۔ کلر کے مطابق ردِ تشکیل دراصل مطالعے کا ایسا طریقہ ہے جو متن کے اندر موجود اُن تضادات کو نمایاں کرتا ہے جو متن کے ظاہری استحکام کو خود اس کے اندر سے متزلزل کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے ردِ تشکیل معنی کی نفی نہیں کرتی بلکہ یہ دکھاتی ہے کہ معنی کس طرح زبان کے پیچیدہ نظام میں تشکیل پاتے، بدلتے اور نئے امکانات پیدا کرتے ہیں۔

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

تحقیقی مجلہ تصدیق

Vol. 8 No. 2 (2026)

“Philosophical discourse defines itself in opposition to writing and thus in opposition to itself, but this self-division or self-opposition is not, Derrida claims, a mistake or accident that sometimes occurs in philosophical texts. It is a structural property of the discourse itself". [(8)]

کرسٹوفر نورس بھی اس غلط فہمی کی تردید کرتے ہیں کہ ردِ تشکیل تخریب یا انکار کا فلسفہ ہے۔ ان کے نزدیک ردِ تشکیل ایک نہایت باریک بین تنقیدی مطالعہ ہے جو متن کی منطقی ساخت، اس کے داخلی ربط، اور اس کے غیر محسوس مفروضات پر غور کرتا ہے۔ نورس کے مطابق ردِ تشکیل کا مقصد کسی متن کی قدر و قیمت ختم کرنا نہیں بلکہ اس کے معنوی امکانات کو وسیع تر تناظر میں سمجھنا ہے۔

“Deconstruction, on the contrary, starts out by rigorously suspending this assumed correspondence between mind, meaning and the concept of method which claims to unite them.” [(9)]

اردو تنقید میں بھی ردِ تشکیل کو محض "ساخت شکنی" یا "معنی کی نفی" سمجھنا درست نہیں۔ گوپی چند نارنگ کے مطابق ردِ تشکیل کا اصل جوہر یہ ہے کہ متن اپنے اندر ہمیشہ ایسے امکانات رکھتا ہے جو اس کے ظاہری مفہوم سے کہیں زیادہ وسیع ہوتے ہیں۔ اس لیے متن کو ایک بند اور مکمل اکائی سمجھنے کے بجائے ایک متحرک معنوی نظام کے طور پر پڑھنا چاہیے، جہاں معنی مسلسل حرکت میں رہتے ہیں اور ہر نئی قرأت نئے امکانات کو جنم دیتی ہے۔[(۱۰)]

ردِ تشکیل محض ایک تنقیدی نظریہ نہیں بلکہ مغربی فلسفے، لسانیات اور مابعد الطبیعیات کے طویل فکری ارتقا کا نتیجہ ہے۔ تاہم ان تمام فکری مباحث کو ایک مربوط فلسفیانہ نظام میں ڈھالنے کا سہرا ژاک دریدا کے سر جاتا ہے۔ دریدا نے نہ صرف مغربی فلسفے کے مسلمہ تصورات پر بنیادی سوالات اٹھائے بلکہ زبان، متن، معنی، حقیقت اور تعبیر کے مروجہ نظریات کو بھی نئے تناظر میں دیکھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے بیسویں صدی کے ان چند مفکرین میں شمار کیا جاتا ہے جنہوں نے فلسفہ، ادبی تنقید، لسانیات، قانون، مذہبیات، بشریات، ثقافتی مطالعات اور مابعد نو آبادیاتی مباحث پر گہرے اثرات مرتب کیے۔

ژاک دریدا ۱۵ جولائی ۱۹۳۰ء کو الجزائر کے شہر El Biar میں ایک یہودی خاندان میں پیدا ہوا۔[(۱۱)] اس وقت الجزائر فرانس کی نو آبادی تھا، لہٰذا نو آبادیاتی سیاست، نسلی امتیاز اور شناخت کے مسائل اس کے ذاتی تجربے کا حصہ بنے۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران فرانسیسی نو آبادیاتی حکومت کے یہود مخالف قوانین (Vichy Laws) کے تحت اسے تعلیمی امتیاز کا سامنا کرنا پڑا۔ متعدد محققین کا خیال ہے کہ "مرکز" اور "حاشیہ"، "شناخت" اور "اختلاف" جیسے تصورات کے بارے میں اس کی بعد کی فلسفیانہ حساسیت پر ان ابتدائی تجربات کے اثرات نمایاں تھے۔[(۱۲)]

دریدا نے اعلیٰ تعلیم فرانس کے معروف ادارے École Normale Supérieure (ENS) میں حاصل کی، جہاں اس نے فلسفے میں تخصص کیا۔ اسی عرصے میں اس نے افلاطون، ارسطو، روسو، کانٹ، ہیگل، ہسرل، ہائیڈیگر، لیویناس، فرائیڈ اور سوسیئر کے

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

تصدیق

Vol. 8 No. 2 (2026)

متون کا عمیق مطالعہ کیا۔ اس کی فکری تشکیل کسی ایک فلسفی کے زیرِ اثر نہیں ہوئی بلکہ مختلف فلسفیانہ روایتوں کے تنقیدی مکالمے سے وجود میں آئی۔ لیونارڈ لاولر کے مطابق دریدا کی فکر کی اصل خصوصیت یہی ہے کہ وہ کسی روایت کو رد کرنے کے بجائے اس کے اندر موجود مفروضات اور خاموشیوں کو آشکار کرتا ہے، اور اسی عمل سے نئے سوالات پیدا کرتا۔ لیونارڈ لاولر کہتا ہے:

"It is what Derrida implies when he says in the Introduction to Husserl's "The Origin of Geometry," "the Absolute is Passage" (LOG 165/149).This absolute passage between transcendental and mundane, etc., means that the origin is not really an origin in the sense of an absolute beginning, it is not an arche, and that the end, la fin, is never an absolute end, it is not a telos. The paradox of genesis, for Derrida, is in-finite." (13)

۱۹۶۷ء دریدا کی فکری زندگی کا فیصلہ کن سال ثابت ہوا، جب اس کی تین بنیادی تصانیف Of Grammatology، Writing and Difference اور Speech and Phenomena یکے بعد دیگرے شائع ہوئیں۔ ان کتابوں نے مغربی فلسفے میں ایک نئے فکری باب کا آغاز کیا۔ خاص طور پر Of Grammatology میں دریدا نے لوگوس مرکزیت (Logocentrism) ، صوتی مرکزیت (Phonocentrism) ، تحریر اور تقریر کے تعلق، اور معنی کی تشکیل کے روایتی تصورات پر تنقیدی بحث کی۔ گایتری چکرورتی سپیواک اپنی مترجمہ تمہید میں لکھتی ہیں کہ دریدا کی تحریریں فلسفیانہ اصطلاحات کو صرف استعمال نہیں کرتیں بلکہ ان کی معنوی بنیادوں کو بھی از سرِ نو تشکیل دیتی ہیں۔ لکھتی ہیں:

"This undoing yet preserving of the opposition between bricolage and engineering is an analogue for Derrida's attitude toward all oppositions an attitude that "erases" (in this special sense) all oppositions". (14)

دریدا کے فلسفے کا بنیادی وصف یہ ہے کہ وہ کسی بھی نظریے یا متن کو قطعی، مکمل یا حتمی نہیں مانتا۔ اس کے نزدیک مغربی فلسفہ ہمیشہ "حضور (Presence) "، "اصل (Origin) " اور "مرکز (Center) " کی تلاش میں رہا ہے، حالانکہ زبان کی ساخت خود اس تصور کی تردید کرتی ہے۔ ہر لفظ اپنے معنی کے لیے دوسرے لفظ پر منحصر ہے اور ہر معنی کسی دوسرے معنی کی طرف التوا میں رہتا ہے۔ اسی لیے دریدا نے Différance، Trace، Supplement، Dissemination اور Iterability جیسے تصورات پیش کیے، جنہوں نے زبان اور متن کے مطالعے کے روایتی طریقوں کو بنیادی طور پر بدل دیا۔

یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ دریدا نے خود بارہا اس بات پر زور دیا کہ ردِ تشکیل کوئی "Method" یا مقررہ تنقیدی فارمولا نہیں ہے۔ جاپانی دوست کے نام اپنے معروف خط "Letter to a Japanese Friend" (1983) میں وہ واضح کرتا ہے کہ Deconstruction کو کسی جامد طریقۂ کار یا تکنیک کے طور پر سمجھنا اس کی روح کے منافی ہے۔ اس کے نزدیک ردِ تشکیل ایک ایسا تنقیدی عمل ہے جو ہر متن کے داخلی نظام، اس کے مفروضات، اس کی خاموشیوں اور اس کے تضادات کو خود متن کے اندر سے آشکار

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

تصدیق

Vol. 8 No. 2 (2026)

کرتا ہے، نہ کہ باہر سے کوئی نظریہ اس پر مسلط کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ردِ تشکیل کو "قرأت کا طریق (Practice of Reading) " کہنا زیادہ مناسب ہے بنسبت اس کے کہ اسے محض ایک تنقیدی نظریہ یا فارمولہ قرار دیا جائے۔[۱۶]

ادبی تنقید کے میدان میں دریدا کی فکر نے امریکی Yale School کے ناقدین جیسے پال ڈی مان، جے ہلس ملر، جیفری ہارٹمین، اور باربرا جانسن پر گہرا اثر ڈالا۔ ان ناقدین نے ردِ تشکیل کو ادبی متون کے تجزیے میں اس طرح برتا کہ متن کے اندر موجود تضادات، خاموشیوں، معنوی التوا اور ثنائی ساختوں کو نمایاں کیا جا سکے۔ اس کے نتیجے میں ردِ تشکیل فلسفے کی حدود سے نکل کر عالمی ادبی تنقید کی ایک مؤثر روایت بن گئی۔ جیفری ہارٹمین نے اپنے مضمون "words, wish, worth: Wordsworth" میں ورڈزورتھ کا شاعری کا ردِ تشکیلی نظریے کے مطابق تجزیہ کیا۔[۱۷]

ردِ تشکیل کے بنیادی نظری تصورات

ردِ تشکیل کی اصل روح ان بنیادی تصورات میں پوشیدہ ہے جنہیں دریدا نے مختلف ادوار میں اپنی تحریروں کے ذریعے تشکیل دیا۔ ان تصورات نے نہ صرف مغربی فلسفے کے مروجہ نظریات کو چیلنج کیا بلکہ ادبی تنقید، لسانیات، ثقافتی مطالعات، قانون، مذہبیات اور سیاسی فلسفے میں بھی نئے مباحث کو جنم دیا۔ Différance، Trace، Supplement، Iterability، Free Play، Undecidability، Writing اور Decentering جیسے تصورات ایک دوسرے سے گہرے طور پر مربوط ہیں اور مجموعی طور پر ردِ تشکیل کے فکری نظام کی تشکیل کرتے ہیں۔ اس لیے ان کا مطالعہ الگ الگ کرنے کے ساتھ ان کے باہمی ربط کو بھی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

اختلاف (Différance)

ردِ تشکیل کے تمام بنیادی تصورات میں Différance کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ دریدا کے پورے فلسفے کا محور یہی اصطلاح ہے تو مبالغہ نہ ہو گا۔ خود دریدا نے واضح کیا ہے کہ Différance کوئی عام لفظ نہیں بلکہ ایک فلسفیانہ حکمتِ عملی (Philosophical Strategy) ہے، جس کے ذریعے مغربی فلسفے کے اس بنیادی تصور کو چیلنج کیا جاتا ہے کہ الفاظ کسی حتمی اور حاضر معنی (Presence) کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ دریدا کے نزدیک معنی کبھی بھی مکمل طور پر موجود نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ دوسرے نشانات کے ساتھ تعلق میں تشکیل پاتے ہیں اور مسلسل التوا (Deferral) کا شکار رہتے ہیں۔ اسی لیے اس نے فرانسیسی لفظ Différence میں حرف e کی جگہ a استعمال کیا تاکہ یہ واضح کیا جا سکے کہ معنی کا عمل صرف فرق (Difference) پر نہیں بلکہ تاخیر اور التوا (Deferral) پر بھی قائم ہے۔

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

تصدیق

Vol. 8 No. 2 (2026)

"This is precisely because I would like to attempt, to a certain extent, and even though in principle and in the last analysis this is impossible, and impossible for essential reasons, to reassemble in a sheaf the different directions in which I have been able to utilize what I would call provisionally the word or concept of différance, or rather to let it impose itself upon me in its neographism, although as we shall see, différance is literally neither a word nor a concept. And I insist upon the word sheaf for two reasons" (18)

یہ تصور اپنی فکری بنیاد سوسیئر کے نظریۂ زبان سے حاصل کرتا ہے۔ سوسیئر نے یہ ثابت کیا تھا کہ زبان میں کسی لفظ کا معنی اس کی ذاتی ماہیت سے نہیں بلکہ دوسرے الفاظ سے اس کے اختلاف کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر "دن" کا مفہوم "رات" کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا، اور "زندگی" کا تصور "موت" کے بغیر واضح نہیں ہوتا۔(۱۹) دریدا نے اسی نظریے کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے استدلال کیا کہ اگر معنی ہمیشہ دوسرے الفاظ کے ذریعے پیدا ہوتے ہیں تو پھر وہ کبھی بھی مکمل طور پر حاضر نہیں ہو سکتے، کیونکہ ہر لفظ کسی دوسرے لفظ کی طرف اشارہ کرتا ہے اور یہ سلسلہ لامتناہی ہے۔ یوں معنی ہمیشہ ایک ایسی زنجیر میں سفر کرتے رہتے ہیں جس کا کوئی آخری نقطہ موجود نہیں۔(۲۰)

دریدا کے نزدیک Différance کے دو بنیادی پہلو ہیں۔ پہلا Difference یعنی اختلاف، جس کے مطابق ہر نشان اپنی شناخت دوسرے نشانات سے فرق کے ذریعے حاصل کرتا ہے؛ اور دوسرا Deferral یعنی التوا، جس کے مطابق معنی ہمیشہ مؤخر ہوتے رہتے ہیں اور کبھی مکمل طور پر حاصل نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ دریدا نے کہا کہ زبان میں معنی ہمیشہ "بننے کے عمل " (Becoming) میں رہتے ہیں، "ہونے (Being) " کی حالت میں نہیں۔ اس تصور نے مغربی فلسفے کے اس نظریے کو بنیادی طور پر متزلزل کر دیا کہ الفاظ حقیقت کی براہِ راست نمائندگی کرتے ہیں۔(۲۱)

Différance کا ایک اہم نتیجہ یہ بھی ہے کہ کوئی بھی متن صرف ایک معنی کا حامل نہیں رہتا۔ چونکہ ہر لفظ دوسرے الفاظ کے ساتھ تعلق میں نئے مفاہیم پیدا کرتا ہے، اس لیے ہر نئی قرأت نئے معنوی امکانات کو جنم دیتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ متن میں معنی موجود ہی نہیں ہوتے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ معنی کبھی حتمی، قطعی یا آخری صورت اختیار نہیں کرتے۔ اسی بنا پر ردِ تشکیل کو بعض ناقدین نے "معنی کی تکثیریت (Plurality of Meaning) " کا نظریہ بھی قرار دیا ہے، اگرچہ دریدا خود اس تعبیر کو مکمل طور پر قبول نہیں کرتا کیونکہ اس کے نزدیک مسئلہ صرف معانی کی کثرت نہیں بلکہ معنی کی مسلسل تشکیل ہے۔(۲۲)

اردو تنقید میں گوپی چند نارنگ نے Différance کو "اختلاف" اور "التوا" کے مشترک عمل کے طور پر سمجھنے پر زور دیا ہے۔ ان کے مطابق اس اصطلاح کا سادہ ترجمہ ممکن نہیں، کیونکہ اس میں زبان کے صوتی اور تحریری دونوں پہلو شامل ہیں۔ فرانسیسی زبان میں Différence اور Différance کا تلفظ ایک جیسا ہے، لیکن تحریر میں ان کے درمیان فرق موجود ہے۔ دریدا نے اسی امتیاز کے ذریعے

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

تصدیق

Vol. 8 No. 2 (2026)

یہ ثابت کیا کہ تحریر صرف تقریر کی نقل نہیں بلکہ خود معنی کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔

> ”زبان میں معنی کے کھیل کی وضاحت کرنے کے لیے دریدا ایک خاص اصطلاح سے کام لیتا ہے: (Differance) جس کو وہ فرانسیسی لفظ (Difference) کے دونوں مفاہیم یعنی (Difference)(فرق) اور (Deferment)(التوا) کے لیے استعمال کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ زبان میں معنی کا اثر دوسرے لامتناہی سے اس کے فرق سے پیدا ہوتا ہے، نیز معنی کی چونکہ محکم بنیاد نہیں، اس کی قطعیت التوا میں رہتی ہے ایک مرادف سے دوسرے مرادف تک، اور یہ سلسلہ لامتناہی ہے۔“(۲۳)

عتیق اللہ اپنے مضمون "ردتشکیل کے مضمرات" میں لکھتے ہیں کہ:

> ”دریدا کا مدلل کہنا ہے کہ فرق کرنے یا ممتاز کرنے کے معنی ہی ملتوی کرنے، معطل رکھنے یا باز رکھنے کے ہیں۔ اس طرح معنی مسلسل اور غیر مختتم طور پر فرق کی بنیاد پر لفظ در لفظ ملتوی ہوتے چلے جاتے ہیں۔ نظامِ نشانات میں ایک لفظ دوسرے لفظ کی اور دوسرا، تیسرے لفظ کی اور تیسرا چوتھے لفظ کی پیش روئی کرتا ہے اور یہ سلسلہ اسی صورت میں ایک نہایت مستقبل تک قائم ہے۔“(۲۴)

امریکی ناقد جے ہلس ملر کے مطابق Différance کو صرف لسانی اصطلاح سمجھنا غلط ہوگا، کیونکہ دریدا اسے وجود، وقت، یادداشت اور شناخت جیسے فلسفیانہ مباحث تک بھی وسعت دیتا ہے۔ اسی طرح روڈولف گاشے (Rodolphe Gasché) کا خیال ہے کہ Différance دریدا کی پوری فلسفیانہ فکر کی بنیاد ہے، کیونکہ اسی کے ذریعے وہ مغربی فلسفے کی "حضور (Presence) " پر مبنی روایت کو تحلیل کرتا ہے۔(۲۵)

اس تمام بحث سے واضح ہوتا ہے کہ Différance ردتشکیل کا محض ایک اصطلاحی تصور نہیں بلکہ دریدا کے پورے فلسفے کا بنیادی اصول ہے۔ یہی تصور بعد میں Trace، Supplement، Iterability، Free Play اور Undecidability جیسے دیگر تصورات کی بنیاد بنتا ہے۔

حوالہ جات

1. Rey, Alain, editor. Le Grand Robert de la Langue Française. Le Robert, Paris, 2001
2. Merriam-Webster. “Deconstruction.” Merriam-Webster.com Dictionary, Merriam-Webster, Springfield, MA.

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

Vol. 8 No. 2 (2026)

3. Oxford University Press. Oxford Advanced Learner’s Dictionary. 10th Edition, Oxford University Press, Oxford, 2020.
4. Heidegger, Martin. Being and Time. Translated by John Macquarrie and Edward Robinson, Harper & Row Publishers, New York, 1962.
5. Derrida and difference, ed.wood &Bernasconi, Warwick: Parousia Press 1985, P. 1-5
6. Derrida and difference, ed.wood &Bernasconi, Warwick: Parousia Press 1985, P. 1-5
7. Jacques Derrida, Of Grammatology, translated by Gayatri Chakravorty Spivak, Corrected ed., Johns Hopkins University Press, 1998, p. 20.
8. (Jonathan Culler, On Deconstruction: Theory and Criticism after Structuralism, Cornell University Press, 1982, p.89.
9. Christopher Norris, Deconstruction: Theory and Practice, Routledge, 2002, P.3

۱۰. نارنگ، گوپی چند۔ ساختیات، پسِ ساختیات اور مشرقی شعریات۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز ۱۹۹۷، ص۔ ۲۲۲

11. Peeters, Benoît. Derrida: A Biography. Translated by Andrew Brown, Polity Press, Cambridge, 2013. P-34
12. Powell, Jason. Jacques Derrida: A Biography. Continuum, London, 2006. P.9-10
13. Lawlor, Leonard. Derrida and Husserl: The Basic Problem of Phenomenology. Indiana University Press, Bloomington, 2002.P.22
14. Spivak, Gayatri Chakravorty. "Translator's Preface." Of Grammatology, by Jacques Derrida, translated by Gayatri Chakravorty Spivak, Corrected Edition, Johns Hopkins University Press, 1997, pp. xx
15. Norris, Christopher. Deconstruction: Theory and Practice. 3rd ed., Routledge, London, 2002
16. Derrida, Jacques. "Letter to a Japanese Friend." Derrida and Différance, edited by David Wood and Robert Bernasconi, Warwick Studies in Philosophy and Literature, Parousia Press, 1985, pp. 1–5.
17. Hartman, Geoffrey H., editor. Deconstruction and Criticism. Continuum, New York, 1979, P.177
18. (Derrida, Margins of Philosophy. Trans. Alan Bass. University of Chicago Press, 1982, pp. 3–27.)
19. Saussure, Ferdinand de. Course in General Linguistics. Trans. Wade Baskin. Philosophical Library, 1959, pp. 114–121
20. Culler, Jonathan. On Deconstruction: Theory and Criticism after Structuralism. Cornell University Press, 1982, pp. 92–100.
21. Derrida, Margins of Philosophy, pp. 8–18; Norris, Christopher. Derrida. Harvard University Press, 1987, pp. 28–39.)

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

تصدیق

Vol. 8 No. 2 (2026)

22. Miller, J. Hillis. Theory Now and Then. Duke University Press, 1991, pp. 102–109

۲۳. ۔نارنگ، گوپی چند۔ ساختیات، پسِ ساختیات اور مشرقی شعریات۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۷، ص ۲۱۴

۲۴. ناصر عباس۔ مابعد جدیدیت: نظری مباحث۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۴، ص-۱۴۲).

25. Gasché, Rodolphe. The Tain of the Mirror: Derrida and the Philosophy of Reflection. Harvard University Press, 1986, pp. 215–240